بسم اللہ الرحمن الرحیم

حبیب ما
رفیق ما

تاثرات

بروفات محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن
صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

امیر ملت نمونۂ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم
صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حبیب ما، رفیق ما

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ وفات بہتوں کی طرح میرے لئے بھی ایک صدمہ جانکاہ ثابت ہوا، جس نے دل ودماغ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری کر دی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ عمر طبعی کی آٹھویں دہائی پوری کر رہے تھے لیکن خورد ونوش اور حفظانِ صحت کے سلسلہ میں ان کے دیرینہ محتاط نظام العمل نے ان ان کی صحت کو قابل رشک بنا رکھا تھا۔ سن رسیدہ ہونے کے باوجود صحت مند نظر آتے تھے۔ اس لئے بظاہر ایسا کوئی اندیشہ نظر نہیں آتا تھا کہ مولانا اس طرح اچانک ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

لیکن بہر حال وقتِ آخر آپہونچا اور حضرت مولانا ہزاروں متعلقین، محبین اور منتسبین کو غمزدہ چھوڑ کر اس سفر پر روانہ ہو گئے جہاں سب کو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خاص رحمت ومغفرت سے نوازے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی باقیات صالحات کی حفاظت فرمائے اور دار العلوم دیوبند کو اساتذۂ کرام، خدام اور کارکنان کی جدائی سے جو علمی اور انتظامی نقصان پہونچا ہے، اس کی تلافی کی شکل پیدا فرمائے۔

حادثہ کے کئی روز بعد تاثرات لکھنے بیٹھا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کس طرح شروع کروں۔

بات دراصل یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ راقم الحروف کی رفاقت کے تین دور ہیں۔ اور دل ودماغ پر ہر دور کا الگ الگ نقش قائم ہے۔

دورِ اول کی داستان

پہلا دور طالب علمی کا ہے۔ شوال ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں جب یہ طالب علم جذبات اور تمناؤں کا سرمایہ لئے ہوئے دارالعلوم میں داخلہ کا امیدوار بن کر دیوبند حاضر ہوا اور داخلہ کی ہنگامہ خیز کاروائی سے فرصت ملی تو نگاہیں ماحول سے مانوس ہونے لگیں۔

یہ انسانی مزاج ہے کہ وطن سے جتنا فاصلہ بڑھتا رہتا ہے اسی حساب سے پڑوس کے فاصلے گھٹتے جاتے ہیں اور ہم وطنی کا رشتہ بڑھتا جاتا ہے۔ اپنی بستی کے باہر بستی کا ہر فرد ہم وطن محسوس ہوتا ہے اور شہر کے باہر اپنے شہر کا ہر باشندہ ہم وطن شمار ہوتا ہے۔ اسی حساب سے صوبہ، ملک اور براعظم سے باہر نکلنے کے بعد اپنے صوبہ، ملک اور براعظم کا باشندہ اپنا ہم وطن محسوس ہوتا ہے۔ اپنے وطن سے آٹھ، نو سو کلومیٹر کے فاصلہ پر مشرقی اتر پردیش کا ہر طالب علم پڑوسی معلوم ہوتا تھا۔

اعظم گڈھ بشمول مئو، مبارک پور وغیرہ بنارس سے قریب کا ضلع ہے۔ اس تعلق سے اعظم گڈھ، مئو وغیرہ کے طلبہ سے دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں کچھ شناسائی زیادہ تھی۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی دور میں دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے اور اپنی مخصوص خوبیوں کی وجہ سے ہم وطن طلبہ میں بھی نمایاں تھے۔ ایک خاص بات جس کا تذکرہ شاید ان کے حالات میں کوئی نہ لکھے گا میں اس کا شاہد ہوں۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کارنامہ

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں مئو، مبارک پور، ولید پور، خیرآباد وغیرہ ضلع اعظم گڈھ کا حصہ ہوا کرتے تھے۔ ادھر طلبہ اعظم گڈھ میں اور مئو وغیرہ کے طلبہ میں آپس میں مستقل چشمک رہتی تھی جو بسا اوقات چپقلش اور تنابز بالالقاب تک پہونچ جاتی تھی۔ ایک علاقہ سرائے میر

پھول پور، محمد پور، جگدیش پور اور شہر اعظم گڈھ وغیرہ کا تھا، دوسرا مئو اور اس سے متصل قصبات کا تھا۔ دونوں حصوں کی انجمنیں بھی الگ الگ تھیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کارنامہ یہ ہوا کہ انہوں نے دونوں انجمنوں کو ختم کر کے ’’ انجمن نادیۃ الاتحاد‘‘ ضلع اعظم گڈھ قائم کی اور تمام طلبہ کو اس میں شیر وشکر کر دیا۔ یاد پڑتا ہے کہ اس عمل میں ان کے ساتھ جناب قاری حماد الاعظمی صاحب (حال مقیم دفتر جمعیت علماء ہند) بھی شریک تھے۔

اس دور میں مولانا کے ساتھ ہم عصری کے باوجود درجات کا تفاوت برقرار تھا کیوں کہ وہ دورہ حدیث میں شریک تھے اور بندہ کنز الدقائق کا طالب علم تھا۔ لیکن ان کی ان کامیاب مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے ان کا ایک اچھا نقش دل میں بیٹھ گیا۔

دورِ ثانی کی سرگزشت

پھر مولانا فارغ ہو کر وطن آ گئے اور تدریسی خدمات میں مشغول ہو گئے تا آنکہ بندہ ۱۳۸۸ھ میں دار العلوم سے رسمی تکمیل کے بعد بنارس آ گیا اور اسے اپنے قدیم مادر علمی جامعہ اسلامیہ مدنپورہ بنارس میں تدریسی خدمت سپرد کر دی گئی۔ جامعہ اسلامیہ بنارس کے صدر مدرس میرے استاد گرامی حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سرائے میر اعظم گڈھ کے رہنے والے اور جامعہ کے قدیم استاد تھے، ان کے ذریعہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے پہلے جامعہ اسلامیہ میں مدرس عربی کی حیثیت سے تشریف لا چکے تھے۔ یہاں سے میری مولانا کے ساتھ رفاقت کا دوسرا دور شروع ہوا جو مولانا کے دیوبند آنے تک برقرار رہا۔ اس دور میں بندہ کو مولانا کے قریب رہنے اور ان کے تدریسی، تحقیقی اور تصنیفی کام کو دیکھنے کا موقع ملا۔

تصنیفی کارنامے

چند ہی سال کے بعد جامعہ اسلامیہ کا عربی شعبہ مدن پورہ روڈ کی قدیم عمارت سے شعبہ عربیہ کی نوتعمیر عمارت جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب میں منتقل ہو گیا اور مولانا دیگر اساتذہ کے ساتھ طلبہ کی تعلیم وتربیت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اور تدریس کے ساتھ مطالعہ، تحقیق اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی یہیں آ کر شروع ہوا۔ مختلف مضامین کے علاوہ حضرت شاہ محمد طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل رسالہ ’’شجرہ طیبہ‘‘ کی ترتیب اور ضلع اعظم گڈھ کے مرحوم علماء کے تذکرہ پر مشتمل کتاب تذکرہ علماء اعظم گڈھ کی تصنیف کا عمل اسی زمانے میں انجام پایا۔

ان کا سارا وقت علمی کاموں میں صرف ہوتا، وہ سرسری اور رواں مطالعہ کے قائل نہیں تھے۔ جس موضوع پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہوتا اس سے متعلق قدیم وجدید مراجع کا گہرائی سے مطالعہ کرتے اور حاصل مطالعہ یادداشت کی شکل میں جمع کرتے جاتے، اور جب اپنے طور پر مطمئن ہو جاتے تو تحریر کے لئے قلم اٹھاتے۔ مراجع کی تلاش میں بنارس کے ایک باذوق عالم دین حکیم محمد یوسف صاحب بنارسی کے کتب خانہ سے بھی خوب استفادہ کیا اور جون پور میں موجود بعض قدیم مخطوطات سے بھی بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ کی تعلیمی شہرت دور دراز تک پہونچ چکی تھی، ابھی جامعہ اسلامیہ میں دورۂ حدیث کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ طلبہ مشکوۃ شریف سے فارغ ہو کر دار العلوم دیو بند کا رخ کرتے اور تقریبا تمام طلبہ دار العلوم میں قبول کر لئے جاتے۔

اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی بڑی تعداد باصلاحیت فضلاء کی شکل میں ملک کے مختلف علاقوں میں تدریسی خدمات میں مشغول ہیں۔ اور

متعدد علماء اپنی خدمات مکمل کر کے راہی ملک بقا ہو چکے ہیں۔

فارسی زبان میں مہارت

مولانا کو فارسی نثر و نظم کا بہت اچھا ذوق حاصل تھا گلستاں، پندنامہ عطار، کریما، حمدِ باری کے فارسی اشعار مخصوص ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔طلبہ کی تربیت اور نگہداشت کے سلسلہ میں یہ شعر بار بار پڑھتے تھے۔

بابو بیک نقطہ یابو شود	لگامش بدہ تا بقابو شود

یعنی بابو ایک نقطہ کے اضافہ سے یابو ہو جاتا ہے، اس کو لگام دو تا کہ وہ قابو میں رہے۔

بابو چھوٹے بچے کو کہتے ہیں اور یابو گھوڑے کو کہتے ہیں۔

غیر ضروری بحثوں میں حصہ لینے پر طلبہ کو تنبیہ کرتے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

اسی زمانہ میں انہوں نے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور نظم

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمری بینم	ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں	طوق زریں ہمہ در گردن خری بینم

کا اردو ترجمہ بھی اشعار میں کیا تھا، جو ان کی ڈائری میں محفوظ ہے۔وہ ڈائری بہت قیمتی ہے، مولانا کے ورثہ کو چاہیے کہ اس کی حفاظت کریں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ پر بھی مولانا نے ایک تحریر مرتب کی تھی، جس میں دو حدیثوں کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ

تھا۔ دو سال قبل میں نے مولانا سے ان روایات کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے ڈائری سے نقل کر کے وہ روایتیں میرے پاس بھیج دی تھیں۔

ہم درس ہونے کا شرف

جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس کے زمانۂ قیام میں محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہ سے شیخ سعید بن سنبل کا رسالہ ''الاوائل'' پڑھ کر اجازت حاصل کرنے کا ہم دونوں میں مشورہ ہوا۔ پھر حضرت مولانا بغرض علاج بنارس تشریف لائے اور محلہ پیلی کوٹھی بنارس میں حاجی عبدالعزیز صاحب مرحوم کے مکان پر کئی روز تک قیام فرمایا تو ہم دونوں حضرت سے اجازت لے کر ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ بندہ نے رسالہ کی قراءت کی اور حضرت مولانا نے ہم دونوں کو رسالہ الاوائل اور جملہ مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب پر دوسطری عبارت میں اس مجلس قراءت کا تذکرہ مع تاریخ درج کر دیا تھا، جو ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس طرح بندہ کو مولانا کے ہم درس ہونے کا بھی موقع مل گیا۔

یادوں کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور ایک ایک کر کے باتیں یاد آتی جا رہی ہیں، لیکن طولِ کلام سے بچنے کے لئے دورِ ثانی کی سرگزشت رفاقت کا سلسلہ یہیں موقوف کر دیتا ہوں۔

دورِ ثالث کا ذکر

اجلاس صد سالہ کے بعد دیوبند میں مؤتمر ابنائے قدیم کا قیام عمل میں آیا اور حضرت

فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کی مردم شناس نگاہ نے مؤتمر کی نظامت اور مؤتمر سے شائع ہونے والے رسالہ ''القاسم'' کی ادارت کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبند بلایا، اور پھر وہ چندسال بعد مولانا دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام میں شامل ہو گئے، جب کہ بندہ جامعہ اسلامیہ بنارس ہی میں مصروفِ خدمت رہا۔

ما ومجنون ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق	او بہ صحراء رفت وما درکو چہار سوا شدیم

جامعہ اسلامیہ بنارس کے طلبہ کو دارالعلوم میں داخلہ دلانے کی غرض سے یا حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جب دیوبند کا سفر ہوتا تو مولانا مرحوم کے کمرے میں بھی حاضری اور پان نوشی کی مجلس میں کچھ پرانی یادیں تازہ ہو جاتیں۔ ان کے علاوہ دارالعلوم کی رکنیتِ شوریٰ کے بعد مجلس شوریٰ و عاملہ کے موقع پر اور جمیعت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے جلسوں میں بھی تجدید ملاقات کے مواقع ملتے۔

پھر تقدیر الٰہی نے بندہ کو مستقل قیام کے لئے دیوبند پہونچا دیا، جب کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دارالعلوم کے درجۂ علیا اور طبقۂ اولیٰ کے اساتذۂ کرام میں شمار کئے جانے لگے۔

موڈ بنا رہے تھے

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ دیوبند اور خاص طور سے آخری دور کے حالات، مشاغل، خدمات اور خصوصیات پر اہلِ قلم اور اہلِ تعلق زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالیں گے، اس لئے میں اسے نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں! ایک بات کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا مرحوم ان دنوں کسی خاص موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے مطالعہ فرما رہے تھے

اور بقول خود اس کے لئے موڈ بنا رہے تھے اور اندازہ یہ ہے کہ اس کام کا آغاز فرما چکے تھے۔ یقیناً ان کا جمع کردہ حاصل مطالعہ اور مرتب کردہ تحریر خاصے کی چیزیں ہوگی، ان کی حفاظت کرنی چاہئے اور اگر قابل اشاعت ہوں تو ان کی اشاعت ہونی چاہئے اور اس تازہ تحریر کے علاوہ بھی مولانا کی جو غیر مطبوعہ تحریریں اور مسودات موجود ہوں، ان کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔

فقط والسلام

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

۰۴/ ۱۰/ ۱۴۴۲ھ ۱۷/ ۰۵/ ۲۰۲۱ء